حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نصائح میں گہری حکمتیں ہیں۔

ان نصائح کی حقیقی پہچان اور عرفان حاصل کر کے عمل کرنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 /اگست 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران: 105)

پھر فرمایا:۔

آج کے خطبے سے پہلے جو اجتماعات ہیں ان میں سب سے پہلے خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع ہے جو آج 12 /اگست سے شروع ہو رہا ہے اور تین دن جاری رہے گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کا بھی تین روزہ اجتماع آج ہی شروع ہو رہا ہے اور تین دن تک جاری رہے گا اور لجنہ اماء اللہ سوئٹزرلینڈ کا سالانہ اجتماع کل 13 /اگست سے شروع ہو کر دو دن جاری رہے گا۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کی تیسری نیشنل تعلیم القرآن کلاس آج 12 /اگست سے شروع ہو کر 18 /اگست تک جاری رہے گی۔ اس کے علاوہ سرینام کی طرف سے یہ شکوہ موصول ہوا تھا کہ ہم نے بھی اعلان کے لئے کہا تھا۔ 29،30 اور 31 /جولائی کو ہمارا بھی جلسہ ہو رہا تھا لیکن آپ نے وہ اعلان نہیں کیا۔ سرینام کی جماعت ماشاء اللہ اب اٹھ رہی ہے۔ ایک عرصہ سونے کے بعد کچھ بیداری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اس لئے اس اعلان سے اگر مزید ان کی آنکھیں کھولنے میں مدد ملے تو بہت اچھا موقع ہے اللہ تعالیٰ

ان کو پوری طرح بیدار ہو کر اعلیٰ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔اس کے علاوہ جو اعلانات ہیں ان میں ایک شکوہ ہے جو جائز ہے۔ٹرینیڈاڈ کی طرف سے شکوہ ملا ہے کہ ایک اہم ملک کا اضافہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اس کی رپورٹ بھی بھجوائی گئی تھی۔معلوم ہوتا ہے وہ فیکس وقت پہ پہنچی نہیں، اس لئے وہ نام رہ گیا۔پس ملکوں کی فہرست میں بھی ایک اضافہ ہو جاتا ہے اور اس میں ٹرینیڈاڈ نے چونکہ غیر معمولی کوشش کی اور خدمت کی اور ان کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا پھل لگایا اس لئے ان کو بھی اس فہرست میں یعنی نئے ملکوں میں احمدیت کا پودا لگانے والوں میں داخل سمجھنا چاہئے۔انہوں نے ایک نئے جزیرے جو ایک الگ حکومت پر مشتمل ہے، ایسٹرن کیریبین کے جزیرے Saint Lucia میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت کا پودا لگایا ہے اور یہ زیادہ تر افریقی نسل کے باشندے ہیں جو وہاں آباد ہیں۔

جلسہ سالانہ UK پر جو پیغامات تہنیت ملتے رہے اور وہ آخری آدھے گھنٹے میں جو لمبے کا عرصہ لگتا تھا اتنے کثرت سے پیغام آ رہے تھے کہ ناممکن تھا کہ ان کو وصول ہی کیا جا سکتا تو بعد میں بعض خطوط ملے، بعض Faxes، بعض ٹیلیفون آئے کہ ہم بھی بہت بے قرار تھے اس وقت شامل ہونے کے لئے اور شامل تھے لیکن ہمارا نام آپ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ان میں سب سے پہلے وکیل اعلیٰ صاحب تحریک جدید کا نام ہے۔ناظر صاحب اعلیٰ کا نام پہلے مذکور ہو چکا ہے۔پھر امیر صاحب USA کہتے ہیں ہم نے بھی بہت کوشش کی تھی لیکن افسوس رابطہ نہیں ہو سکا۔سرینام کے انچارج حمید احمد صاحب ظفر نے بھی پیغام دیا ہے اور کراچی کی طرف سے عبدالرحیم بیگ صاحب قائم مقام امیر کا بھی یہی پیغام ہے۔اسی طرح لاس اینجلیز، سعودیہ، میر پور خاص، نوکوٹ، جاپان اور کینیڈا سے بھی بعض متفرق پیغام ملے ہیں۔

جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے پہلے بھی کر چکا ہوں اس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ اور چاہئے کہ تم میں سے ایسی قوم نکلے جو بھلائیوں کی طرف، اچھی باتوں کی طرف بلانے والی ہو جائے وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور ہمیشہ اچھی باتوں کا حکم دیتی رہے وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ہمیشہ بری باتوں سے روکتی رہے۔قوم کے حوالے سے میں نے یہ تانیث میں ترجمہ کیا ہے ورنہ لفظاً جو يَاْمُرُوْنَ کا مطلب ہے حکم دیتے

رہیں اور یَنْهَوْنَ کا مطلب ہے وہ لوگ برائیوں سے روکتے رہیں تو اس وضاحت کے بعد میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو خطبات کا سلسلہ شروع ہے اس کا بنیادی طور پر اسی مضمون سے تعلق ہے۔ کچھ نیک نصیحتیں جو میں کر رہا ہوں وہ تمام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے کر رہا ہوں کیونکہ آنحضور ﷺ کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی بہت عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ بہت گہرا اثر ہے۔ بہت وزنی ہیں جہاں تک دلوں پر اثر کا تعلق ہے۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت جریرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب الادب حدیث نمبر: 5554) ایک چھوٹا سا فقرہ ہے اس میں ایک عظیم الشان حکمتوں کا سمندر بیان ہو گیا ہے۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ سے ایک توقع رکھتا ہے اور اس سے نیچے بندے اس سے کچھ توقع رکھتے ہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی توقعات اللہ تعالیٰ پوری فرمائے تو ضروری ہے کہ اپنے نیچے جو بندے اس کے سپرد ہیں ان کی توقعات اپنے حق میں پوری کر کے دکھائے۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے بندوں سے تعلق کاٹ دیا جائے اور خدا کا تعلق برقرار رہے۔ پس یہاں رحم کا تعلق ہے اگر چہ یہ لفظ عام طور پر نرم دلی سے پیش آنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر بنیادی اصول یہی ہے کہ ہر وہ بات جس میں آپ اپنے ہم جنسوں سے یا اپنے ماتحتوں سے بدسلوکی کرتے ہیں یا ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے۔ ان تمام باتوں میں اصولاً آپ اللہ تعالیٰ کے رحم کے اور اس کے پیار کی توجہ کے مستحق نہیں رہتے۔ پس اس پر غور کر کے اگر ہم اپنے تمام تعلقات کے دائروں کی نگرانی کریں تو بہت سے ایسے تعلقات ہیں جن میں ہمیں رخنے دکھائی دیں گے اور بہت سی ایسی دعائیں ہیں جن کی ناکامی کا سبب معلوم ہو جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ یہ دعا کی یا وہ دعا کی اور جہاں تک ان کے اپنے ماتحتوں سے تعلق کا سوال ہے یا اپنے ہم جنسوں، دوسروں سے تعلق کا سوال ہے انہی معاملات میں وہ ان سے زیادتی کر جاتے ہیں۔ مثلاً کئی ایسے ہیں جو غربت کا شکوہ کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نے بہت خدا کے حضور گریہ وزاری کی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے ان میں ایسے ہیں جن کی بعض دفعہ یہ کمزوریاں پوشیدہ رہ جاتی ہیں، ان پر ستاری کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کی کمزوریاں لوگوں کے سامنے کھلیں یا نہ کھلیں میرے

سامنے آجاتی ہیں اور اس وقت یہ نکتہ سمجھ آتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں سے معاملات میں دیانتداری کے سلوک نہیں کئے۔ جو اعلیٰ توقعات امانت کی ان سے وابستہ تھیں ان کو پورا نہیں کیا۔ اور پھر خدا سے شکوے ہیں کہ ہم تیرے حضور گریہ وزاری کرتے رہے ماتھا ٹیکتے رہے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

ایک اور اہم پہلو اس میں قابل توجہ یہ ہے کہ اللہ کے حضور محض مالی ضرورت لے کر جانا یہ دعا کی قبولیت کی ضمانت نہیں ہو سکتی۔ اللہ سے تعلق اور محبت کے رشتے استوار رہنے چاہئیں اور ان رشتوں کے نتیجے میں پھر خدا کے فضل نازل ہوتے ہیں اور جہاں محبت کے تعلقات استوار ہوں وہاں نقصان بھی انسان خدا کی خاطر خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ پس اگر نقصان کے وقت انسان کے غصے کا پارہ چڑھ جائے اور انسان یہ سمجھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہ میرا نقصان ہونے دیا، یہ تکبر بھی ہے اور قرآن کریم اس کے خلاف سخت کراہت کا اظہار فرماتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وعید ہے۔ پس اپنے نقصانات میں بھی آپ پہچانے جاتے ہیں اور ایسی صورت میں جو واقعةً خدا کے حضور راضی برضا رہتے ہوئے سر جھکا دیتا ہے اس کی ضرورت کی دعائیں پھر پوری کی جاتی ہیں۔ اس لئے اس مضمون سے یہ جو مختلف باریک پہلو نکل رہے ہیں یہ حدیث کے الفاظ تو چند ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اور ایک دو مثالیں دے کر مضمون کھول رہا ہوں اپنے تمام زندگی کے تعلقات کے دائرے میں اس بات کو استوار کر کے دیکھیں امر واقعہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا کے بندوں کی مدد میں رہتے ہیں دعا نہ بھی کریں تو اللہ ان کی مدد پر رہتا ہے اور جو اپنے بھائیوں، اپنے قریبیوں کے حال سے غافل رہیں خواہ ان کا مالی نقصان نہ بھی کریں، بددیانتی سے نہ بھی پیش آئیں لیکن ان کے غم محض اپنی ذات کے لئے ہوں، اپنے عزیزوں کے لئے نہ ہوں، اپنے گردوپیش کے لئے نہ ہوں، ان کی دعائیں بھی اسی حد تک کمزور ہو جاتی ہیں۔ پس دعاؤں کی قبولیت کا گہرا راز اس مضمون میں ہے کہ جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے رحم کا سلوک نہیں فرماتا۔

ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال: رسول اللہ ﷺ من استعاذ باللّٰہ فاعیذوہ، ومن سال باللّٰہ فاعطوہ، ومن دعاکم فاجیبوہ، ومن صنع الیکم معروفا

فکافئوہ، فان لم تجدوا ما تکافئونہ بہ فادعوا لہ حتی تروا انکم قد کافاتموہ. (ابوداؤد کتاب الزکاۃ حدیث نمبر: 1672)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے نام پر پناہ مانگتا ہے اس کو پناہ دو اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو اور جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو۔ اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے کہ گویا تم نے بدلہ ادا کر دیا ہے۔

بہت ہی پیارا کلام ہے بہت ہی تفصیل سے باریکی میں اتر کر مضمون کو سمجھایا گیا ہے کہ دعا محض کر دینا کہ ٹھیک ہے جزاک اللہ کہہ کر الگ ہو جائیں یہ کافی نہیں ہے جب تک دل مطمئن نہ ہو کہ میرے دل سے بوجھ اتر گیا ہے اور اپنے بھائی کی میں نے دعا سے اتنی خدمت کر دی ہے کہ اللہ ضرور اس کا فیض اس کو پہنچائے گا اس وقت تک دعا سے رکنا نہیں، تمہارا حق ادا نہیں ہو گا۔ اس حدیث میں چھوٹی چھوٹی کئی باتیں ہیں ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ قریب سے دیکھنا ضروری ہے۔

جو اللہ کے نام پر پناہ چاہے اسے تم پناہ دو۔ اللہ کے نام پر پناہ چاہنے والے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو خدا کے دشمن رہے ہوں اور ان پر یہ مضمون بلا استثناء صادق نہیں آتا۔ کئی ایسے بھی تھے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جنہوں نے تمام عمر دشمنی میں گزاری اور بعد میں پناہ مانگی تو ان کو پناہ نہیں دی گئی۔ بعضوں کو بعد میں پناہ دے دی گئی مگر بعضوں کو وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف بھاگنا پڑا۔ تو اللہ کے نام پر پناہ مانگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص کو بلا استثناء ضرور پناہ دو عام حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت مند محتاج ہے اس کو کہیں کسی کے شر سے پناہ نہیں مل رہی اور پناہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے گھر میں جگہ دو کیونکہ اگر یہ مضمون ہو تو پھر دنیا کا ہر گھر، گھر والوں کے سوا ہر ایک دوسرے سے بھر جائے۔ اس لئے حدیث کو اس کے محل اور موقع کے مطابق سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ پناہ سے مراد ہے کسی شر سے پناہ، کسی فتنے سے پناہ۔ پس ایک شخص کسی بڑے آدمی کے مظالم کا شکار ہے۔ وہ کسی کے پاس پناہ لینے آتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ جتنی اس کو طاقت ہے اس کی حمایت

کرے اور اس بات کا خوف نہ کرے کہ اس حمایت کے نتیجے میں اسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حلف الفضول کی جو روح تھی وہ یہی تھی۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی نبوت سے پہلے حلف الفضول کا ممبر بننا قبول فرمایا اور اس دور میں اپنے عہد کو اس طرح قائم رکھا کہ ایک دفعہ نبوت کے بعد جبکہ نبوت کے نام پر بے شمار دشمنیاں پیدا ہو چکی تھیں ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ وہی ہیں جو حلف الفضول کے عہد میں ممبر تھے ان میں سے ایک آپؐ ہیں اور میں وہ عہد آپ کو یاد دلاتا ہوں اور آپؐ سے تقاضا کرتا ہوں کہ ایک ظالم شخص نے میری رقم دبائی ہوئی ہے اس سے رقم دلوائیں۔ آنحضورؐ نے پوچھا وہ کون ہے تو اس نے کہا ابوجہل۔ اب بعد از نبوت ابوجہل کی دشمنی اور اس کا عناد اور ایک پرانے عہد کو اس پر صادر کرنا عام حالات میں تو ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ بڑی نامعقول بات ہے۔ حلف الفضول کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ جو دین میں جان کے دشمن بن چکے ہوں ان سے چیز دلوائی جائے۔ ایک معقول کوشش کی حد تک وعدہ ہے اور وہ پورا ہو سکتا تھا اگر یہ خاص غیر معمولی دشمنی کے حالات نہ ہوتے مگر بہر حال حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ عہد کے معاملات میں ادنیٰ سا داغ بھی اپنے اوپر قبول نہیں فرماتے تھے۔ جائز تھا انکار کر دیتے مگر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہؓ کو بھی تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اس کو ساتھ لیا اور ابوجہل جو ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس جا کر کہا کہ تو نے اس کے اتنے پیسے دینے ہیں، یہ غریب اور مظلوم ہے اس کے پیسے ادا کرو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی دلواتا ہوں اور رقم کے لئے کسی کو ہدایت کی، وہ رقم لا کر اس نے پیش کر دی اور وہ شخص لے کر شکریہ ادا کیا یا نہیں کیا وہاں سے رخصت ہوا۔ بعد ازاں اس کے ساتھیوں نے ابوجہل سے کہا کہ تم تو ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ اس شخص کا جان، مال اور عزت سب حلال ہے اور جب موقع ملے اس کو ہلاک کر دو اور تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ تیرے پاس اکیلا آیا اور تو نے ان کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کیا۔ ابوجہل نے جواب دیا کہ تم نے وہ نہیں دیکھا جو میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ میں انکار کے لئے لب ہلانا چاہتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے گویا دو مست اونٹ کھڑے ہیں جو مجھ پر ہر دم حملے کے لئے تیار تھے۔ اگر میں انکار کرتا تو مجھ پہ جھپٹ پڑتے۔ اس نظارے سے میں اتنا مرعوب ہو گیا کہ مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ میں انکار کر سکتا۔ تو اللہ کے نام پر

جو لوگ دوسروں کو پناہ دینے کا عہد کرتے ہیں اور پھر خالص وفا کے ساتھ اس پر قائم رہتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کو کیا نقصان پہنچے گا اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر مستعد ہو جاتا ہے اور ان کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ لیکن اس یقین دہانی کے بعد آپ کو قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ اس یقین دہانی سے پہلے اٹھانا چاہئے۔ یہ شرط نہیں ہے کہ پہلے آپ کو خدا کی طرف سے یقین دلایا جائے کہ میں بالکل کچھ نہیں ہونے دوں گا تم عہد پر قائم رہو بلکہ مومن کا تجربہ بتاتا ہے اور لمبا تجربہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلص بندوں کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا اس لئے جو عہد پورا کرنا ہے وہ عہد کے ساتھ ایفاء کی جو شرط لگی ہوئی ہے، جو قرآن نے لگا رکھی ہے، جو سنت نبوی نے لگا رکھی ہے اس شرط کے پیش نظر پورا کرنا ہے خواہ اس راہ میں سب کچھ کھویا جائے۔ یہ ہے پناہ کا مضمون اور اس میں ہر قسم کی پناہ لینے والے آتے رہتے ہیں۔

جب اللہ کے نام پر کوئی پناہ مانگتا ہے اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کو انسانوں سے مایوسی ہو چکی ہوتی ہے۔ عام طور پر دنیا والے پہلے لوگوں کی طرف جھکتے ہیں۔ جب سب دروازے کھٹکھٹا چکیں اور کچھ پیش نہ جائے تب وہ اللہ والوں کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کے نام پر ہمیں یوں کرو اور اس وقت آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ یہ آخری دروازہ ہے اس کو بند نہ کرنا آخر تمہارے خدا کے نام پر ہے یہ بہت ہی گہری اللہ سے پیار کا اظہار کرنے والی حدیث ہے، پیار کی مظہر حدیث ہے۔ یعنی دنیا نے تو اس کو چھوڑ دیا اس کو کوئی اور دروازہ نہ ملا مدد کے لئے، اگر ملتا تو کبھی وہ تمہارے پاس آکے یہ نہ کہتا کہ مجھے اب اللہ کے نام پر پناہ دو۔ تو اس دروازے کو بند نہ کرنا کیونکہ خدا کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے دروازے اس کے بندوں پر ہمیشہ کھلے رہیں اور اگر تم اس کا ذریعہ بن جاؤ گے تو اللہ کی رحمت کے دروازے تم پر کھلیں گے۔ پس اس مضمون کی وسعت اور گہرائی کے ساتھ جب آپ اس حدیث پر عمل کریں گے تو آپ کی جو انفرادی کمزوریاں ہیں وہ اپنی جگہ، ان حدود کے اندر ہی بہر حال آپ نے کام کرنا ہے آپ کی طاقت سے بڑھ کر خدا آپ سے توقع نہیں رکھتا لیکن جہاں تک آپ کسی کو خدا کے نام پر پناہ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ پناہ دینے کی کوشش کریں۔

پھر فرمایا کہ جو اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو۔ کچھ نہ کچھ دینے کا جو

مضمون ہے اس کو ایک حدیث میں مزید کھول دیا گیا ہے۔ بعض دفعہ انسان کے پاس کچھ بھی دینے کے لئے نہیں ہوتا۔ یا اتنا تھوڑا ہے کہ اس شخص سے زائد حق دار اس کے موجود ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سختی سے انکار نہیں کرنا بلکہ اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا ہے اور دعا کے ذریعے اس کی مدد ہونی چاہئے۔ کلمہ خیر جب کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے نرمی کا سلوک کرو۔ اس کو دعا دو۔ پس دعا بھی ایک طاقت ہے اور اگر ان معنوں میں آپ دعا دیں کہ اور کچھ نہیں تو چلو دعا ہی دے دو تو بالکل غلط ہے۔ اس وقت یہ یقین رکھتے ہوئے کہ چونکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میں عملاً اس قربانی میں شامل نہیں ہو سکتا اس لئے میں اپنے عطا کرنے والے سے مانگتا ہوں کہ تو اس کو عطا فرما دے۔ اس صورت میں یہ دعا قبول ہوگی کہ اگر انسان کی عادت ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اپنے غریب بھائیوں کا حصہ نکالنے کی دیانتداری سے کوشش کرتا ہے اور جو کرتا ہے وہ دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف اس کو ہی عطا نہیں کرے گا جو مانگنے آیا تھا اس کو بھی بہت عطا کرے گا اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔ تمام وہ لوگ جو ان راہوں پر چلنے والے ہیں وہ گواہ ہیں، سب دنیا میں ایسے احمدی گواہ ہیں اور بسا اوقات مجھے خطوں کے ذریعے اپنے تجربے بھی لکھتے ہیں کہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار رہنا خواہ قربانی کی توفیق نہ بھی ملے ایک اتنا مقبول عمل ہے کہ خدا کی نظر میں اتنا پسندیدہ ہے کہ اس نہ کی ہوئی قربانی کو بھی اللہ قبول فرمالیتا ہے اور جزا اسی طرح دیتا ہے جیسے قربانی ہوگئی اور اس کو ہی نہیں جس کے حق میں دعا کی گئی ہے اس کو بھی جزا دیتا ہے جس نے دعا کی ہو۔

پھر آپؐ نے فرمایا جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ (مسلم کتاب النکاح)

اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں ان کی روشنی میں اس کو سمجھنا چاہئے ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنی مثال دیتا ہوں مجھے جو دوست یہاں دعوت پر بلاتے ہیں میں ان سے منتیں کرتا ہوں بعض دفعہ کہ خدا کے لئے نہ بلاؤ اگر ایک دفعہ میں نے رستہ کھول دیا تو اس کو بند نہیں کیا جا سکے گا اور بہت شاذ کے طور پر اپنے دل میں ان کے بعض استحقاقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض کے حق میں فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر یہ سلسلہ ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں جرمنی جاؤں گا وہاں ہزاروں گھر ایسے ہیں جو کہیں گے ہمارے گھر ضرور آؤ اور چند منٹ کے لئے بھی جائیں تو

آپ کے مہینے خرچ ہو جائیں گے۔ قادیان جب گیا تھا تو وہاں بعض لوگوں نے بڑی لجاجت سے اور بڑے، بے حد اخلاص سے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک دفعہ قدم رکھ جائیں اور کہا تو یہی جاتا ہے کہ قدم رکھ جائیں۔ وہاں جائیں تو وہاں چائے بھی تیار ہوتی ہے یا کوئی پھل جو کچھ توفیق ہو یا کوئی دودھ کا گلاس لئے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ ایک گھونٹ اور آپ ایک گھونٹ بھر کر باہر نکلتے ہیں تو آگے لائن لگی ہوتی ہے کہ ہمارا گھر بھی ساتھ ہی ہے وہاں تشریف لے آئیں۔ جب میں نے ایک سلسلہ شروع کیا تو پھر باقی وقت قادیان میں میرا اسی طرح گھروں میں ہی پھرتے ہوئے گزر گیا، ان کی دلداری کی تو توفیق مل گئی لیکن بہت سے ایسے اہم کام تھے جن کی طرف توجہ دینا ضروری تھا جو توجہ سے محروم رہ گئے۔ بہت سے ایسے غیر تھے ملنے والے جن کی درخواستیں دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا اور یہاں آ کر پتا چلا کہ وہ جماعت کے لئے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اہل قادیان کے مفاد میں تھا کہ ان سے ملتا، ان سے کھل کر گفتگو کرتا لیکن جب واپس آیا تو پھر ڈاک دیکھی تو پتا چلا کہ وہ درخواستیں پڑی رہ گئی ہیں۔ بعضوں کے شکوے بعد میں آنے شروع ہو گئے۔ تو ہر چیز کو موقع اور محل کے مطابق دیکھنا چاہئے۔

اس حدیث کا جو میں مطلب سمجھتا ہوں وہ اس حدیث سے ہی نہیں بلکہ دوسری حدیثوں کے حوالے سے ان کی روشنی میں ان کو جانچ کر سمجھا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک جگہ فرمایا کہ خواہ ایک بکری کے پائے کی دعوت ہی کیوں نہ ہو اور بعض اور جگہ ایسی باتیں بیان فرمائیں جس سے پتا چلتا ہے کہ از راہِ تکبر اپنے غریب بھائی کی دعوت رد کرنا ایک گناہ ہے اور اس کی دل شکنی کا موجب ہوتا ہے۔ پس کوئی ایسی دعوت رد نہ کرو جس میں تمہاری نیت میں کوئی ایسا ادنیٰ سا بھی فتور ہو کہ تم اپنی بڑائی کی وجہ سے رد کر رہے ہو یا کسی کی غربت کی وجہ سے رد کر رہے ہو۔ یہی مفہوم ہے جس کے مطابق تمام حدیثیں ایک دوسرے سے مطابقت کھا رہی ہیں ورنہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ عملاً لفظاً بعض لوگ اس حدیث پر عمل کریں کیونکہ بعض لوگوں کے تعلقات کے دائرے اتنے وسیع ہوتے ہیں کہ ان کے لئے ہر دعوت کو ظاہرًا قبول کرنا ممکن نہیں ہوتا مگر دعوت کو ایک اور رنگ میں بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ اسی محبت اور اخلاص سے ان کے شکریے ادا کئے جائیں، ان سے معذرتیں کی جائیں یہاں تک کہ وہ معذرتیں قبول کر لیں۔ یہ بھی ایک دعوت

قبول کرنے کا رنگ ہے۔ تو جہاں آپ دعوتیں لفظاً لفظاً قبول نہیں کر سکتے وہاں کم سے کم کلمہ خیر کے ذریعے اپنی اس کمزوری کا ازالہ کریں اور اس کو یقین دلا دیں دعوت کرنے والے کو کہ تمہاری دعوت کی میرے دل میں گہری قدر ہے، میں ممنون احسان ہوں گویا میں نے دعوت قبول کر لی ہے لیکن میری مجبوریاں حائل ہیں۔

پھر فرمایا کہ جو شخص تم پر نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو۔ اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم سے کم دعائے خیر ہی کرو۔ یہ وہی بات ہے جو میں پچھلی حدیث کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں اور اس میں پھر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ دعا اتنی کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے۔

ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کُنْ وَرِعًا تَكُنْ اَعْبُدَ النَّاسِ کہ تو پرہیزگار ہو جا، متقی ہو جا تو سب بندوں میں زیادہ عبادت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

اب یہ بہت ہی اہم مضمون ہے اس پر غور کرنا چاہئے۔ عبادت کا مقصد نیک بنانا ہے اور اگر ایک شخص دن رات عبادت میں مصروف ہو لیکن تقویٰ سے عاری رہے اور روزمرہ کے اس کے انسانی تعلقات میں بھی رضائے باری تعالیٰ کے تابع تعلقات قائم نہ ہوں تو ایسے شخص کی عبادتیں بے کار ہیں۔ لیکن ایک شخص نیکی میں اتنا مصروف ہے کہ عبادت میں کمی آ رہی ہے یہ مطلب نہیں کہ فرض عبادات بجا نہیں لاتا یا نوافل کا کلیۃً تارک ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس میں غیر معمولی انہماک نہیں دکھا سکتا، ایسے شخص کو یقین دلایا گیا ہے کہ اگر تو نیکی پر قائم ہے اور خالصۃً للہ کام کر رہا ہے تو اعبد الناس بن جائے گا، سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت کرنے والا۔ یہ جو مضمون ہے اس کے اوپر آنحضرت ﷺ کا ایک اور ارشاد گواہ ہے اس لئے کوئی نفسی تعبیر نہیں حقیقۃً یہی مراد ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر تم رضائے باری تعالیٰ کی خاطر اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالتے ہو تو عبادت ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ ایک شخص ایسا نیک ہو چکا ہو کہ روزمرہ کی زندگی کے سارے کام وہ اللہ کی رضا کی خاطر کرتا پھر رہا ہے تو اعبد الناس تو خود بخود ہو گیا کیونکہ اس کا زندگی کا ہر لمحہ آنحضور ﷺ کی اس تشریح کی روشنی میں عبادت بن جاتا ہے۔ پس کوئی فرضی بات نہیں ہے حقیقۃً

ساری زندگی عبادت بن جاتی ہے۔ پس جس کی ساری زندگی عبادت بن چکی ہو اس سے زیادہ عبادت کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا کُنْ قَنِعًا تَكُنْ اَشْكَرَ النَّاسِ کہ قانع ہو جا، قناعت اختیار کر۔ تمام شکر گزار بندوں سے زیادہ شکر گزار تو ہو جائے گا۔

اب قناعت کیا چیز ہے اس سلسلے میں میں ایک دفعہ تفصیلی روشنی ایک دو خطبات میں ڈال چکا ہوں یاد دہانی کے طور پر مختصراً یہ بتاتا ہوں کہ قناعت کہتے ہیں جو کچھ خدا نے دیا ہے خواہ وہ بہت تھوڑا ہی ہو اپنے پاؤں اس چادر کے اندر سمیٹ لیں اور اس سے باہر پاؤں نکالنے کا تصور بھی نہ کریں۔ ایسا شخص جو ہے وہ کبھی قرض دار نہیں بن سکتا۔ ایسا شخص اپنی تمناؤں کو سمیٹتا ہے۔ اپنی ضرورتوں کو سکیڑتا ہے یہاں تک کہ وہ اس چادر کے اندر سما جاتا ہے جو خدا نے اس کو رزق کی چادر عطا فرمائی ہے اور ایسا شخص پھر شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کہ میری تمام ضرورتیں پوری ہیں۔ میں ٹھیک ہوں تیرے حضور اور یہی شکر ہے۔ ان معنوں میں بھی جو قناعت اختیار نہیں کرتا اور خدا کے دئے ہوئے سے آگے بڑھ کر ناجائز طور پر یا اپنے نفس کو یہ یقین دلا کر کہ سب کچھ جائز ہے لوگوں کے اموال پر نظر رکھتا ہے لوگوں سے مانگتا ہے ان کے آگے جھکتا ہے کبھی قرض کے نام پر کبھی ویسے بھکاری بن کر، وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہو سکتا اس کی تو ساری ضرورتیں پھر بندوں کی محتاج ہو جاتی ہیں اور اسے شکر کیسے نصیب ہوگا۔ ہر وقت اس کا دل کفر میں مبتلا رہتا ہے کہ اچھا خدا نے تو ضرورت پوری نہیں کی ہم نے فلاں سے قرض لے کر پوری کر لی۔ فلاں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر پوری کر لی، فلاں کے آگے اپنے رونے رو کر پوری کر لی۔ پس وہ اپنے دکھڑے ہر ایک کے سامنے بیان کرتے رہتے ہیں اور روتے رہتے ہیں اور ساری زندگی ان کی اسی طرح گزر جاتی ہے۔ قرض لیتے ہیں تو واپس نہیں کرتے، تجارت کرتے ہیں تو دھوکا کر جاتے ہیں۔ ایسا شخص حقیقت میں ان کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا جن سے یہ ظلم کر رہا ہوتا ہے اور کبھی ایسے لوگ ان کا شکر ادا کرنے کی نفسیاتی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ جو شخص کسی سے دھوکا کرتا ہے وہ اس کے خلاف کوئی عذر بھی بناتا ہے اور عموماً اس کے خلاف شکوے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس نے تو مجھ سے یہ کیا تھا، اس نے تو مجھ سے یہ معاہدہ کیا تھا، اس نے تو مجھ پر ظلم کر دیا، مجھے نوکری دے دی حالانکہ مجھے دوسری جگہ بہت اچھی نوکری مل رہی تھی اور میں اس کی خاطر آیا

تھا۔ ہزار نفس کے بہانے ہیں جو اگر انسان اپنے دل میں غور کرے تو جانتا ہے کہ جھوٹے ہیں اور وہ بندوں کا بھی شکر گزار نہیں بنتا اور ایک اور حدیث کا مضمون اس پر صادق آتا ہے کہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسِ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (ترمذی کتاب البر والصلہ حدیث: 1877) کہ جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس حدیث میں رخ دوسرا بنتا ہے کہ جو اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ بندوں کا بھی نہیں ہوتا۔

پس قناعت سے باہر نکلنا ناشکری کو دعوت دینا ہے یا ناشکری کے ابتلاؤں میں پڑنے والی بات ہے۔ اللہ کسی اعلیٰ خلق والے انسان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ناشکری میں مبتلا نہ ہو اور جائز ضرورت کے قرض عدم قناعت کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق جدوجہد کی خاطر لے تو پھر یہ جائز ہے لیکن قناعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے قرضے نہ لے اگر وہ ڈوبے تو ان کو پھر کسی صورت ادا نہ کر سکے۔ یہ قناعت کا دوسرا پہلو ہے جسے آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر ایک شخص کے پاس اتنی سی جائیداد ہے کہ وہ ساری بھی بیچ دے تو قرض خواہ کا قرضہ ادا نہ کر سکے اس سے باہر جب وہ قرض کی چھلانگ لگاتا ہے تو قناعت سے باہر نکل گیا۔ اس کو پتا ہے کہ میں اسے ادا کرنے کی توفیق ہی نہیں رکھتا اور اسے علم ہے کہ دنیا کی تجارتوں میں ایسے خطرے ہوتے ہیں کہ جو کچھ سرمایہ ہے سب ڈوب جائے۔ پس قناعت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر قرض لو کسی سے کچھ مانگو اس یقین دہانی کے ساتھ کہ تم اسے واپس کرو گے یا شکریہ کے ساتھ جو تمہارے پاس منافع آئے اس میں بھی حصہ دو گے تو ایسی صورت میں اپنی قناعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور قناعت کے دائرے بڑھتے ہیں جو شخص قانع ہو اس کے متعلق فرمایا وہ شکر گزار ہے۔

اب اس کا دوسرا پہلو بھی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں بڑھاؤں گا۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم: 8) کا وعدہ ہے پھر ایک اور گُر ہمارے ہاتھ آیا کہ قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ منہ بسور کر کسی محدود دائرے میں بیٹھے رہو اور ساری عمر وہیں قید رہو۔ قناعت کو شکر سے باندھ کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے لامتناہی احسانات کے دروازے کھول دئے ہیں۔ اتنا عظیم الشان مضمون ہے کہ اس میں ڈوب کر انسان زندگی کے فلسفے کو پالیتا ہے۔ اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ کر اگر آپ ان لوگوں کے حالات پر نظر ڈالیں جو قانع تھے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پھر خدا

نے ان کے اموال میں اتنی برکت دی کہ بہت تھوڑے میں غیر معمولی برکتیں پڑیں اور جو کچھ انہوں نے حاصل کیا انسان کو یقین نہیں آ سکتا کہ اتنے تھوڑے مال میں اتنی بڑی برکتیں پڑ سکتی ہیں اور پھر ان کو بھی زیادہ دیا گیا، ان کی اولادوں کو بھی زیادہ دیا گیا، دولتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے اور واقعہ یہ تھا کہ ان کے آباؤاجداد میں سے کوئی قانع تھا اور پوری طرح قناعت کے مضمون کو سمجھتے ہوئے خدا کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے قانع رہا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے شکر کے بدلے دینے شروع کئے جو ختم ہی نہیں ہوتے۔

تو آنحضور ﷺ کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بعض دفعہ بوجھل باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں کہ قانع بننا بڑا مشکل کام ہے، کیسے قانع بنیں؟ لیکن اگر آنکھیں کھول کر ان کو پڑھیں، گہرائی میں اتر کر ان کا مطالعہ کریں تو ان بوجھوں کو ہلکا کرنے والے مضامین اسی کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ پس لفظ شکر نے قناعت کے سارے بوجھ دور کر دیئے کیونکہ شکر کے ساتھ اَزِیۡدَنَّکُمۡ کا وعدہ موجود ہے۔

پھر فرمایا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفۡسِکَ تَکُنۡ مُؤۡمِنًا اب مومن کی یہ تعریف فرمادی کہ وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفۡسِکَ تَکُنۡ مُؤۡمِنًا لوگوں کے لئے وہ بات پسند کرو جو تم اپنے نفس کے لئے پسند کرتے ہو۔ اب یہاں مسلم کا لفظ نہیں آیا۔ عام طور پر مسلم کی تعریف میں مسلمانوں کے تعلقات کا ذکر ملتا ہے اس سے بعض غیروں کو یہ غلط طور پر مسلم کی تعریف میں مسلمانوں کے تعلقات کا ذکر ملتا ہے اس سے بعض غیروں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے احسانات محض مسلمانی کے دائرے میں ہیں وہ اس مضمون کو سمجھ نہیں سکتے لیکن آنحضرت ﷺ نے لفظ مسلم کو غیر مسلموں پر احسان کے معنوں میں بھی استعمال فرمایا ہے۔ لیکن لفظ مومن کو خصوصیت کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ احسان کے معاملے کے تعلق میں بیان فرمایا ہے۔ یہ وہ ایک موقع ہے جو اس کی مثال ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ اَحِبَّ النَّاسِ لوگوں کے لئے وہی چیز چاہو۔ مَا تُحِبُّ لِنَفۡسِکَ جو تم اپنے نفس کے لئے چاہتے ہو تَکُنۡ مُؤۡمِنًا تو تم مومن ہو جاؤ گے۔ یعنی خدا کے حضور مومن لکھے جاؤ گے اب اس کا کیا تعلق ہوا۔ مومن لکھے جانے کا اس بات سے کیا تعلق ہے۔ جب تک اس کو سمجھیں گے نہیں، نہ اس حدیث پر صحیح عمل ہوسکتا ہے نہ اس سے پورا استفادہ ہوسکتا ہے۔

لفظ مومن کے دو رُخ ہیں ایک اللہ کی طرف اور ایک بندے کی طرف۔ مومن کا ایک مطلب ہوتا ہے امن دینے والا اور ایک مطلب ہے ایمان لانے والا جو شرعی اصطلاحی ترجمہ ہے۔ جب اللہ کے تعلق میں ہم بات کرتے ہیں تو مراد ہے ایمان لانے والا اور جب بندوں کے تعلق میں بات کرتے ہیں تو امن دینے والا ہے۔ تو ہر شخص اپنے لئے امن پسند کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تسکین مل جائے کسی شخص کو تو یہی اس کی جنت ہے اور تمام تر بنی نوع انسان کی کوششیں اپنے نفس کو تسکین دینے کی کوششیں ہیں اور اپنے نفس کو خطرات سے بچانے کی کوشش ہیں۔ تو فرمایا کہ تم مومن کہلاتے ہو۔ مومن کا ایک رخ تو خدا کے بندوں کی طرف بھی ہے اور اس رخ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر بندہ تم سے امن میں رہے اور اگر وہ بندہ تم سے امن میں رہتا ہے تو پھر تم خدا سے امن میں رہو گے اور تمہارا ایمان کامل ہوگا کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں انسان آجائے اور اس کی امن کی چادر کے اندر داخل ہو جائے۔ پس وہی مضمون رحم والا یہاں بھی صادق آرہا ہے اس کی طرز بیان مختلف ہے مراد یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان تم سے اس طرح امن محسوس کریں جیسے تمہارا اپنا نفس تم سے امن محسوس کرتا ہے۔ تمہارے نفس کو بالارادہ کوئی شر نہیں پہنچ سکتا۔ جہالت میں اور بے وقوفی کے استدلال میں تو انسان سب سے زیادہ اپنے نفس کو ہی نقصان پہنچاتا ہے مگر یہاں بالارادہ نقصان کا مضمون ہے کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے نفس کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور ہر شخص کا نفس اس سے امن میں ہے۔ پس فرمایا تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ وہ سارے تم سے امن میں آجائیں اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے تم امن میں آجاؤ گے، اللہ کی پناہ میں آجاؤ گے اور وہ تمہارے امن کی حفاظت فرمائے گا اور اس طرح تمہارا ایمان کامل ہوگا۔ پس وہ جو دوسرا پہلو ہے مومن کا اس کے ترجمے کو سر دست میں چھوڑتا ہوں کیونکہ اب مجھے جلدی اس مضمون کو ختم کرنا ہے۔ وہ پہلو بھی تفصیل سے اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے مگر حدیث کے چند الفاظ ایسے ہیں ان کا مضمون بیان کرنے کے بعد ایک اور اہم اعلان کرنا ہے میں نے اس خطبے کے دوران۔

وَاَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَکَ تَکُنْ مُسْلِمًا اور اپنے پڑوسی کے پڑوس کا حق ادا کرو، ہمسائیگی کا حق ادا کرو تم مسلم ہو جاؤ گے۔

یہاں بھی عجیب بات ہے کہ مسلمان کا ذکر نہیں فرمایا۔ پڑوسی تو غیر مسلم بھی تھے۔ آنحضورؐ

کے زمانے میں یہودی بھی مسلمانوں کے پڑوسی ہوا کرتے تھے اور کئی ایسے مقدمات ہیں جن میں ایک پڑوسی یہودی کی طرف سے کوئی شکایت پیدا ہوئی یا برعکس صورت پیدا ہوئی ہے۔تو پڑوس میں تو ہندو بھی بستے ہیں مسلمان بھی، یہودی بھی ہر قسم کے لوگ ہیں۔فرمایا اپنے پڑوسی کے ساتھ یہ نہیں کہ ہمسائیگی کے حق ادا کرو۔ اَحۡسِنۡ مُجَاوَرَةَ مَنۡ جَاوَرَکَ ایسی عمدہ ہمسائیگی کرلو کہ بہت ہی خوب صورت ہو اعلیٰ درجہ کی ہمسائیگی ہو۔اگر تم ایسا کرو گے تو تم مسلم بن جاؤ گے اور مسلم کا مطلب ہے کسی کو امن دینے والا اور دوسرا ہے اپنے آپ کو کسی کے سپرد کرنے والا۔سپردگی کا جو مضمون ہے اس کا اللہ سے تعلق ہے اور سلامتی کا پیغام دینے کا جہاں تک تعلق ہے وہ بنی نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے تو فرمایا کہ تم پھر مسلم کہلاؤ گے اگر اپنے ہمسائیوں سے بہت اعلیٰ درجے کا حسن سلوک کرو گے۔اب دیکھیں جو ہمسائیوں کی لڑائیوں کے جھگڑے ہیں وہ کتنے ہیں جو ابھی بھی جماعت میں چل رہے ہیں۔ربوہ ہی سے بعض قضائی معاملات ہیں جو بالآخر جب نچلی سطحوں پر طے نہ ہو سکے، مرافعہ اولیٰ بھی حل نہ کرسکی، قضاء بورڈ بھی اپنی بات منوانے میں ناکام ہو گیا تو اپیلیں مجھ تک پہنچیں اور معاملہ چھوٹی سی گلی کا ہے، ایک درخت کے پتوں کا ہے جو کسی کے گھر میں گر رہے ہیں، کسی درخت کی شاخوں کا معاملہ ہے، کسی نالی کا معاملہ ہے، اس ذلیل سی چیز کی خاطر آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ تعریفِ مسلم سے انسان باہر نکل جاتا ہے۔ دفع کرو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو۔اگر گر گرا اپنا حق چھوڑ کر بھی کچھ کرنا پڑتا ہے تو احسن مجاورۃ کا مضمون تقاضا کرتا ہے کہ حق بھی چھوڑو۔عام مجاورۃ میں تو دونوں طرف برابر کے حقوق ہیں لیکن اگر آپ بہت زیادہ خوب صورت یعنی ہمسائیگی کرنے والے ہیں تو اس میں حقوق چھوڑنے کے بھی مواقع آتے ہیں اس میں سے کسی کی تلخی کو خوشی اور ہنس کر قبول کرنے کے بھی مواقع پیدا ہوتے ہیں یہ سب آزمائشیں اس مضمون کا حصہ ہیں۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہوں جو آنحضور ﷺ کی اس تعریف کے مطابق مسلم بنیں تو ایک پاکستان کیا تمام دنیا کی حکومتیں بھی مل کر اسے غیر مسلم کہتی رہیں اس کو کوڑی کا بھی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ غیر مسلم کہنے والے عام تعریفوں کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ہر جگہ فساد برپا ہیں ایک دوسرے کے حقوق تلف ہو رہے ہیں۔پس جماعت احمدیہ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نصائح پر گہری نظر

سے ان کی حقیقتیں پہچان کر جہاں تک توفیق ملتی ہے ان کا عرفان حاصل کر کے ان پر عمل کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا وَاَقِلِّ الضِّحْکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ (ابن ماجہ کتاب الذھد حدیث: 4207) ہنسی مذاق کرو مگر اس میں تجاوز نہ کرو، بڑھو نہیں۔ بعض لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی ٹھٹھا بنایا ہوتا ہے ان کو ٹھٹھے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ٹھٹھے کے لئے رہتے ہیں اس کے سوا کوئی مقصد ہی نہیں سنجیدہ باتوں کو سوچنے کے لئے، سنجیدہ امور میں غم و فکر کے لئے، دینی مسائل میں اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے ان کے دماغ میں مزاج ہی نہیں پیدا ہوتا، ان کے متعلق ہے یہ حدیث۔ فرمایا کہ تم ذرا تحمل اختیار کرو ہنسنے کھیلنے میں ہی اپنی ساری زندگی گنوا بیٹھو گے اگر ایسا کرو گے تو پھر تمہارا دل مر جائے گا اور مرا ہوا دل ہنستا بھی ہے تو کھوکھلا ہنستا ہے اور ایسے لوگوں کو میں نے بہت غور سے دیکھا ہے ان کی ہنسیاں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ ان کے قہقہے بھی بے معنی اور جس طرح خالی ڈھول بج رہا ہے لیکن وہ شخص جو غم بھی کرتا ہے، روتا بھی ہے اس کی ہنسی بھرپور اور بے اختیار اور طبعی اور سچی ہوتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے کیسی پیاری پہچان ہمارے سامنے رکھ دی فرمایا کہ دل مر جائیں گے اور دل مر جائیں گے تو نہ رونے کے رہیں گے نہ ہنسنے کے رہیں گے تمہاری زندگی ایک مصنوعی زندگی بنی رہے گی۔ ایک ڈھول کی سی آواز اٹھے گی نہ سچی خوشی تمہیں ہنسنے میں آئے گی نہ رونے کا لطف اٹھا سکو گے۔ پس مرے ہوئے دلوں کے ساتھ ایک آدمی زندہ کیسے کہلا سکتا ہے۔ یہ وہ چند نصیحتیں تھیں جو آج کے خطبے کے لئے ہیں باقی انشاء اللہ آئندہ۔

اب میں ایک اور ضروری اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج میں ایک بہت ہی اہم نکاح کا اعلان کروں گا اس کا تعارف پہلے کروا دیتا ہوں نکاح نماز جمعہ کے بعد ہوگا اب چونکہ لوگ کم بھی ہو گئے ہیں اور دن بھی کافی بڑے ہیں اس لئے اب نمازیں جمع نہیں کی جائیں گی بلکہ جمعے کے بعد عصر اپنے وقت پر ادا ہوگی۔ پچھلے کچھ عرصے سے، کئی دنوں سے ہم یہی کر رہے ہیں تو نماز جمعہ کے بعد سنتیں ادا کرنے سے پہلے احباب تشریف رکھیں ایک اہم نکاح کا اعلان کرنا ہے جو عام عادت کے برخلاف ہے۔ عام طور پر جمعہ کے ساتھ میں نکاح نہیں پڑھا کرتا اور جنازوں کو بھی حتی المقدور کسی دوسرے وقت پر ٹالتا ہوں کیونکہ جمعہ کی اپنی ضروریات ہیں۔

آج جس نکاح کا اعلان کرنا ہے یہ ہمارے عزیز نسیم مہدی صاحب جو کینیڈا کے امیر ہیں

ان کا نکاح ہے اور آپ کو علم ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ان کی اہلیہ چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئیں یعنی بہت چھوٹی عمر تو نہیں تھی مگر جو عام دنیا کی عمریں ہیں ان کے لحاظ سے چھوٹی عمر ہی تھی۔ غیر معمولی اخلاص رکھنے والی اور انسانی صفات حسنہ سے مزین بہت ہی پیارا وجود تھا۔ ان کی وفات کے بعد اس گھر میں ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ پہلے تو مجھے دور سے دکھائی دیا کرتا تھا مگر اب جب میں کینیڈا گیا ہوں تو میں نے بڑی سختی سے اپنے دل میں یہ محسوس کیا اور یہ خلا ان کی خوبیوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ وہ خوبیاں ایسی ہیں کہ ایک خاوند ان خوبیوں کو بھلا کر ایک شادی کرنے کے لئے طبعاً اپنے آپ کو آمادہ ہی نہیں پاتا اور ضرورتیں ایسی ہیں جو ہر روز تقاضا کر رہی ہیں۔ وہاں عورتیں ہیں ان کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ بچی چھوٹی ہے چھوٹے بچے ہیں وہ کس طرح از خود گھر کو سنبھال سکتے ہیں۔ نتیجۃً بعض عورتوں نے ازراہ ترحم ان کے کھانے پکانے شروع کئے ان کو ڈیپ فریز کرنا شروع کیا جس نے مجھے اور بھی تکلیف دی۔ امیر کی شان یہ نہیں ہے کہ اس پر رحم کے طور پر اس کے ساتھ کوئی ایسے سلوک کئے جائیں۔ امیر تو خود محسن ہے ان کا جذبہ تو خدمت ہی کا ہوگا مجھے پتا ہے لیکن جو باتیں ان کے متعلق ہوتی تھیں تو بعض لوگ اس طرح ہی بیان کرتے تھے جیسے بعض عورتیں بے چاری بڑا رحم کھا کے تو اتنی قربانیاں کر کے آتی ہیں تو میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ مانیں یا نہ مانیں ان کی شادی ضرور کروانی ہے۔ چنانچہ لاکھ انہوں نے انکار کیا کہ میرے حالات ایسے ہیں آپ کو پتا ہی ہے۔ میں نے کہا مجھے سب پتا ہے مگر شادی میں نے کروا دینی ہے تو چونکہ بہت ہی مخلص اور فدائی ہیں نہ کا مادہ ہی نہیں ان میں۔ اس لئے وہ اصرار، مجبوری پیش کر رہے تھے اور مجھے پتا تھا بات ماننی ہے۔ ایک اور ایسا خاندان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انکار کا خمیر ہی نہیں ہے وہ حضرت مولوی شریف احمد صاحب مرحوم و مغفور مبلغ سلسلہ کا خاندان ہے۔ تو میں نے کہا ان دونوں کے مزاج ایسے ہیں کہ دونوں کا رشتہ آپس میں ہونا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دین و دنیا میں ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوگا۔ چنانچہ فون پر پھر میں نے بچی سے بھی اجازت لی اور وہ بھی چند باتوں میں ہی سمجھ گئی۔ اس نے کہا ٹھیک ہے جو آپ کا فیصلہ ہے وہ ہم سب کا فیصلہ ہے تو ان کے نکاح کا کچھ تعارف تو میں نے کروا دیا ہے اب مختصر نکاح انشاء اللہ نماز جمعہ کے بعد کروایا جائے گا۔

اس نکاح کے ساتھ ایک اور نکاح بھی ہو جائے گا اور ان کے طفیل ان کو بھی فیض مل گیا۔ وہ

ہے ہماری نعیمہ کھوکھر صاحبہ، مظفر کھوکھر صاحب کی اہلیہ اور مظفر کھوکھر صاحب جماعت کے بڑے خدمت کرنے والے ہیں لیکن اور بھی بہت سے خدمت کرنے والے ہیں اور ہر جگہ استثناء نہیں رکھے جاسکتے مگر عین بروقت انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور میں نے یہی سمجھا کہ اب ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو ایک بابرکت موقع ہے اور ان کے اپنے حقوق بہرحال ایسے ہیں جماعت پر کہ کوئی نامناسب بات نہیں ہوگی اگر ان کو بھی شامل کیا جائے۔ انشاء اللہ عزیز نسیم مہدی کے نکاح کے بعد محمود، مظفر اور نعیمہ کھوکھر کے بیٹے کا نکاح بھی انشاء اللہ اس کے معاً بعد کیا جائے گا۔